سُوْرَةُ النِّسَاء کی تفسیر — Lesson 7: An-Nisa (Ayaat 51-70): Day 22

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔(۵۸)

ہم اس آیت کا شانِ نزول تو دیکھ چکے ہیں۔ اب ہم لفظ الْاَمٰنٰتِ کو دیکھیں گے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہاں ایک سے زیادہ امانت کی بات ہوئی ہے۔

الْاَمٰنٰتِ : ا م ن: امن۔ دینے والا اس بات سے امن میں ہوتا ہے کہ کوئی میری چیز میں کمی نہیں کرے گا۔ امانت کا اُلٹ خیانت ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے خیانت کو منافقت کہا۔ منافق کی چار نشانیاں ہیں جن میں سے ایک خیانت ہے۔ کہ جب اُس کے پاس کوئی چیز رکھوائی جائے تو وہ اُس میں خیانت کرے۔ مال کے علاوہ اور بھی امانتیں ہوتی ہیں۔

- عہدہ بھی امانت ہے۔ اُس عہدے سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔ سرکاری ملازمت یا اپنی نوکری، ادارے سے ذاتی فائدے نہ اُٹھائے۔ وہ نوکری امانت ہے۔ ذمّہ داری سے کام کرے۔
- جب کوئی ٹیکس وغیرہ ادا کرنا ہو تو وہ گورنمنٹ کی امانت ہے، ایمانداری سے ادا کریں۔
- حکمرانی بھی عوام کی دی ہوئی امانت ہے۔ اس کو پورے شعور اور ایمانداری سے پورا کریں ورنہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہونگے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنی حکمرانی کی وجہ سے

کسی اپنے دوست، رشتے دار یا ساتھی کو عہدہ دے دیا تو (یعنی اہلیت کے بغیر) تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ ایک اور حدیثؐ میں فرمایا کہ جب دیکھو ایسے لوگوں کو عہدے ملنے لگ جائیں جس کی وہ اہلیت نہیں رکھتے تو بس پھر قیامت کا انتظار کرو۔ یعنی پھر بہت فساد برپا ہو گا۔ ہمارے ہاں جیتنے پر دعوتیں اور جشن ہونے لگتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے پہلے تو خلافت لینے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ پھر عمرؓ کو دیکھیں خلافت کے ڈر اور بوجھ سے نرم ہو گئے۔ اور ان کا مشہور قول سب کو یاد ہے کہ دریائے فرات کے کنارے کتّا بھی پیاسا رہ گیا تو عمرؓ کی پوچھ ہو گی۔ اسی طرح عمر بن عبد العزیزؒ ناز و نعم سے پلے شہزادے تھے، خلافت ملی تو سوکھ کر دُبلے ہو گئے۔ کہ ہر وقت حساب کا ڈر رہتا۔

- صرف وہی لوگ خوش قسمت ہیں جو ذمّہ داری نبھاتے ہیں۔ کیونکہ عہدہ ملنا ایک طرف اُس کو برقرار رکھنا زیادہ اہم ہے۔ اگر خدا نخواستہ اُس سے وہ ذمّہ داری واپس لے لی تو شائد اُس نے
- ذمّہ داری پوری نہیں کی۔ مثال ہم قرآن کلاس میں جاتے ہیں۔ اگر ہم وقت پر نہیں جاتے یا وقت کو صحیح استعمال نہیں کرتے تو غلط ہے۔
- حدیثِ رسولؐ ہے کہ مجلسیں امانت ہیں۔ بیٹھنے کی جگہ، میٹنگ۔ علم کی محفل۔ وہاں کی باتیں اِدھر اُدھر جا کر نہیں کرنی چاہیئے۔
- مشورہ بھی امانت ہے۔ کسی کو صحیح مشورہ دیں۔
- اللہ کے نبیؐ نے جب عثمان کو خانہ کعبہ کی چابی دی تو انصاف قائم کیا۔ ہمارے ہاں عدل کو عدالت کے لئے ہی سمجھتے ہیں۔ عدل یہی ہے کہ سب کو جائز حق ادا کیا جائے۔ گھر والوں کے ساتھ عدل، اپنے جسم کے ساتھ عدل۔۔

امام تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ کوئی قوم کفر پر قائم رہ سکتی ہے لیکن ناانصافی پر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ جب ملکوں کو ہم ترقی کرتے دیکھتے ہیں حالانکہ وہ کافر ملک ہیں وہ اس لئے کہ وہ عدل انصاف کرتے ہیں۔

عدل میں مسلم یا غیر مسلم، گورے کالے، عربی یا عجمی میں فرق نہیں ہو گا۔

اسلام نے بہترین پیکج عطا کیا تھا۔

راز بھی امانت ہوتا ہے۔

آج کی آیات میں ہمیں اسلامی حکومت کا دستور نظر آتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے ممالک پیچھے ہیں؟ ہماری خرابی کا وجہ یہی ہے کہ عدل اور انصاف نہیں ہے۔ جیسی عوام ویسے حکمران۔ چہرے بدلنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ ہم کیا کریں؟

افراد کو بدل دیں۔ جب افراد میں تقویٰ آئے گا تو گھرانے بدلیں گے پھر معاشرہ سنورے گا اور پھر نیک اور قابل حکمران آئیں گے۔ افراد کو تیار کیا جائے۔ دین کی تعلیم دی جائے۔ حکومت یا مخیّر حضرات گروپ تیار کریں۔ حدیثِ رسولؐ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے۔ پہلے اپنے گھر سنواریں۔ پھر بہن کا پھر بھائی کا آہستہ آہستہ شہر اور پھر ملک سنور جائے گا۔

1. کسی ملک کا دستور، سب سے پہلے اللہ کا حاکم مانا جائے۔ ہر کوئی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جواب دہ سمجھے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہوں۔
2. اہلیت کی بناء پر عہدے دیئے جائیں۔
3. انصاف اور عدل ہو گا تو اللہ کی رحمت آئے گی۔

" اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ ۔۔۔" بے شک اللہ جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔

تم اگر اس پر عمل کرو گے تو بہترین تبدیلی آئے گی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ
فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو تم اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حوالہ کر دیا کرو اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔(۵۹)

" اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو۔۔۔" یہ ہے غیر مشروط اطاعت۔ ہر حال میں اطاعت کرنی ہے۔ اور پھر وَاُولِي الْاَمْرِ یعنی امر والے، حکم دینے والے۔ اختیار والا، انتظام کرنے والا ۔۔ کی اطاعت کریں۔ یعنی لیڈر چھوٹے یا بڑے درجے پر۔

" اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہیں ان کا بھی۔۔۔" یعنی اُن کی اطاعت کرو۔ مثال۔ ہر جگہ کا منتظم۔ جس جگہ بھی جائیں ہر وہ بندہ جو بھی انتظام کر رہا ہے۔ ہسپتال، سکول، دفتر، یعنی ہر جگہ اُصول و ضابطوں کی پابندی کریں۔ ہر کام والا، جس کے ذمّے کوئی کام ہو۔

دینی معاملات اور دنیاوی معاملات والے اول الامر؛

دنیاوی معاملات والے اول الامر: حکمران، وزیر۔ نوکری پر باس، مینیجر۔ ہیڈ

دینی معاملات والے اول الامر: اللہ اور رسولؐ کے بعد، دینی رہنما۔ مفتی۔ امام۔ مبلغین۔

یہاں ایک شرط آگئی کہ تم میں سے ہوں۔ یعنی مسلمان ہوں۔

دنیاوی معاملات میں جس کو ہم منتخب کر لیں تو ہر وقت اُن پر باتیں نہ کریں۔ صدر، وزیر، حکمرانوں کے بچوں پر تبصرے نہ کریں۔ صرف سکینڈلائز نہ کریں۔

ابو داؤد میں ہے کہ مسلمان پر سننا اور ماننا فرض ہے جی چاہے یا طبیعت روکے لیکن اس وقت تک کہ (اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی (نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، جب نافرمانی کا حکم ملے تو نہ سنے نہ مانے ۔) صحیح بخاری:2955)

یہی قانون یاد کر لیں کہ چاہے وزیر ہو یا منتظم، شوہر ہو یا والدین۔ جب تک جائز حکم دیں تو مانیں گے جب اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کا حکم دینگے تو اطاعت نہیں کرینگے۔

جب حکمران ہونگے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، جیسے تو اطاعت کریں ورنہ پہلے حکم دیکھ لیں کہ کیسا ہے۔

پھر دینی اُستاد اور داعی، مبلغ۔ آئمہ کرامؒ، دینی رہنما۔ ان کی بات مان لو لیکن اگر تنازع ہو جائے؟

اگر تو حکومت یا دینی رہنما جائز حکم دیں تو اُصول اور قوانین پر عمل کرو۔ لیکن اگر حکم جائز نہیں یا آپس میں اختلاف ہے؟

"پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو تم اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حوالہ کر دیا کرو۔۔۔"

پھر اُس کا حل قرآن اور احادیثؐ میں تلاش کرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

'اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے'

جس کا ایمان کمزور ہو گا وہ اس پر عمل نہیں کرے گا۔ اس پر عمل کرو گے تو انجام بہتر ہو گا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس کی سرداری ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو دی ایک مرتبہ وہ لوگوں پر سخت غصہ ہو گئے اور فرمانے لگے کیا تمہیں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے میری فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا؟ سب نے کہاہاں بیشک دیا ہے، فرمانے لگے اچھا لکڑیاں جمع کرو پھر آگ منگوا کر لکڑیاں جلائیں پھر حکم دیا کہ تم اس آگ میں کود پڑو۔ ایک نوجوان نے کہالو گو سنو آگ سے بچنے کے لیے ہی تو ہم نے دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لی ہے تم جلدی نہ کرو جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہو جائے پھر اگر آپ بھی یہی فرمائیں تو بے جھجک اس آگ میں کود پڑنا چنانچہ یہ لوگ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا": اگر تم اس آگ میں کود پڑھتے تو ہمیشہ آگ ہی میں جلتے رہتے۔ سنو فرمانبرداری صرف معروف میں ہے "۔(صحیح بخاری:4340)

گناہ کی بات میں فرمانبرداری نہیں کرینگے۔ سادہ اور سیدھی بات یہی ہے۔

چاروں آئمہ کرامؒ سے فائدہ اُٹھائیں۔ جہاں اختلاف آجائے تو قران اور احادیثؐ سے مدد لیں۔ مثال رفع الیدین کا مسئلہ؛ احادیثؐ سے دیکھ کر اُن پر عمل کر لیں۔ اس میں نہ تو آئمہ کرامؒ کی بے عزتی ہے اور نہ ہی بحث والی بات۔ وہ تو خود کہہ کر گئے تھے کہ اگر میرے کسی حکم کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو اُس پر عمل کرنا۔

"پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو تم اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حوالہ کر دیا کرو۔۔۔"

فرقہ وارانہ باتیں نہ کریں۔ فرقوں میں نہ پڑیں۔ حکم صرف اللہ کا اور اطاعت صرف اللہ اور رسولؐ کی کرنی ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا

﴿۶۰﴾ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بہکا کر بہت دور لیجانا چاہتا ہے۔(۶۰)

یعنی زبانی کلامی تو بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور اُس کے رسولؐ کو مانتے ہیں لیکن جب غمی خوشی کا موقع آتا ہے تو پھر شیطان کے حکم پر چلتے ہیں۔ شیطان کو خوش کرتے ہیں۔ اللہ اور اسکے رسولؐ کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتے۔ عملی زندگی کے فیصلے شیطان کے کہنے پر کرتے ہیں۔

ایمان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک وہ عمل سے ثابت نہ کریں۔ جب تک وہ اللہ کے نبیؐ کی سنّت کی پیروی نہیں کرینگے اپنے عشقِ رسولؐ کے دعوے پر سچّے نہیں ہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی فرمادی، سونا، جاگنا، شادی کرنا، زندگی موت کے ہر معاملے میں سنّتوں کی پیروی کرنی ہوگی۔

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعوے کو جھٹلایا ہے جو زبانی تو اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام اگلی کتابوں پر اور اس قرآن پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ لیکن جب کبھی کسی مسئلہ کی تحقیق کرنی ہو، جب کبھی کسی اختلاف کو سمیٹنا ہو، جب کبھی کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنا ہو تو قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی اور طرف لے جاتے ہیں۔

چنانچہ یہ آیت ان دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں کچھ اختلاف تھا ایک تو یہودی تھا دوسرا انصاری تھا، یہودی تو کہتا تھا کہ چلو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لیں اور انصاری کہتا تھا کعب بن اشرف کے پاس چلو۔

یاد رہے مدینہ میں دو عدالتیں تھیں۔ ایک مسلمانوں کے لئے اور دوسری یہودیوں کے لئے۔ (اللہ کے نبیؐ کی بڑائی اور حکمت دیکھیں کہ یہودیوں کو اجازت تھی کہ اسلامی ریاست میں اپنے دین کے مطابق فیصلے کر سکیں۔ (دنیا کی آج تک کی کوئی ماڈرن اور آزاد ترین حکومت بھی کسی مذہب کو یہ اجازت نہیں دیتی کے اپنا قانون نافذ کر سکیں۔۔ یہ ایک بہترین مثال ہے)

اللہ کے نبیؐ مسلمانوں کے منصف اور جج تھے اور کعب بن اشرف یہودیوں کا۔

مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہوا تو یہودی بولا اللہ کے نبیؐ کے پاس چلتے ہیں کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اللہ کہ نبیؐ صحیح فیصلہ کرینگے جبکہ کعب بن اشرف رشوت لے کر غلط فیصلہ کر دے گا۔

لیکن مسلمان نے کہا کہ چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں کیونکہ وہ جھوٹا تھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ کہ جب تک اللہ کے نبیؐ کو حاکم نہیں سمجھوگے، دین کے دعوے پر پورے نہیں اُترتے۔

وہ اللہ کے نبیؐ کے پاس آ گئے۔ آپ نے تحقیق کے بعد عدل کا فیصلہ کیا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ مدینہ کی عدالت میں اللہ کے نبیؐ کے نائب تھے۔ جب اللہ کے نبیؐ مدینہ سے کہیں باہر ہوتے تو عمرؓ عدالت کے فیصلے کرتے۔

جب دونوں عمرؓ کے یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ سنایا۔ (مسلمان کو اُمید تھی کہ عمرؓ دین میں سخت ہیں اور یہودیوں کو پسند نہیں کرتے اس لئے مسلمان کے حق میں فیصلہ دینگے۔)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اچھا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں تھوڑی دیر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تلوار تانے آگئے اور اس شخص سے کہا" جس کو اللہ کے نبیؐ کا فیصلہ منظور نہیں اس کا فیصلہ عمرؓ کی تلوار کرے گی" اور جس مسلمان نے کہا تھا کہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں کی گردن اڑا دی۔

اس مقتول کے وارثوں نے عمرؓ کے خلاف عدالت میں کیس کر دیا کہ اس نے ناحق قتل کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عمر کو ایسا نہیں جانتا تھا کہ وہ اس جرت کے ساتھ ایک مومن کا خون بہادے گا اس پر یہ آیت اتری اور اس کا خون برباد گیا اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بری کر دیا، لیکن یہ طریقہ لوگوں میں اس کے بعد بھی جاری نہ ہو جائے اس لیے اس کے بعد ہی یہ آیت اتری۔یعنی اللہ کے رسولؐ کا فیصلہ ہم سب کو قبول بھی ہونا چاہیئے اور جیسا حکم دیا گیا اس پر عمل کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس (حکم) کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔(٦١)

پھر آگے فرمایا گیا؛

فَكَيْفَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ پھر کیسی (جان کو بنتی) ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے ان کی (اس

حرکت کی) بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوائے اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آئے اور باہم موافقت ہو جائے۔ (۶۲)

یعنی جب عمرؓ نے اس کا قتل کر دیا تو پھر آپؐ کے پاس بھاگے آتے ہیں۔(پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوائے اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آئے اور باہم موافقت ہو جائے۔) کہ ہم تو بس یہود کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتے ہیں۔یہود پر احسان کرتے ہیں۔

اللہ کو سب خبر ہے کہ ان کے دلوں میں کیا؛

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے تو آپ ان سے تغافل کر جایا کیجئیے اور ان کو نصیحت فرماتے رہئیے اور ان سے خاص ان کی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئیے۔ (۶۳)

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ نمٹنے کا طریقہ بتا دیا کہ اِن کے ساتھ نرم بات کریں۔اِن کو وعظ کریں۔ ان کا ایمان کچّا ہے۔یہ معاملات میں دوسروں کی پیروی کرتے ہیں۔ان پر غصّہ نہ کریں۔ان کی اصلاح کریں۔ جسم کے خراب حصّے کو کاٹ کر نہیں پھینک سکتے۔

وَعِظْهُمْ : ان سے نرم بات کریں۔قَوْلًا بَلِيغًا : اور ایسی بات کریں جو دِل میں اُتر جائے۔

کونسی بات دِل میں اُترتی ہے؟

جو بات خلوص سے کہی جائے۔جو بات دل سے کہی جائیگی وہ اَثر رکھتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے (اقبال)

اللہ سے دعا کریں پھر دِل سے نکلنے والی بات کریں۔

ایمانداری اور دل میں دَرد لے کر بات کریں۔

غصّہ اور لڑائی جھگڑے والی باتیں نہ کریں۔

اللہ نے بتادیا کہ وہ شخص مرتد تھا اس لئے قتل ہوُا۔ مگر یہ فیصلہ کوئی جج جیسا کے عمرؓ منصف تھے وہی قتل یا قتل کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ کوئی عام بندہ قانون ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

Kill with Kindness

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے معبوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کیجائے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔ (۶۴)

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۔۔۔ یہ ہے رسول کی آمد کا مقصد: جشن منانا نہیں، صرف نعتیں اور درود پڑھنا نہیں۔

ہماری محبت تب ہی کام آئے گی جب " بحکم خداوندی ان کی اطاعت کیجائے۔۔ آپ کی سنّت پر عمل کیا جائے گا۔

اگر ماں کا حکم نہ مانا جائے آگے سے گانا سنا دیا جائے تو ماں کو کیسا لگے گا؟ یا اُستاد کو سبق سُنانے کی بجائے آگے سے پھول پیش کر دیئے جائیں؟ کیا یہ قبول ہو گا؟

نہیں۔ تو بس پھر ہماری محبت یہی ہے کہ ہمیں اللہ کے نبیؐ کی سُنّت پر عمل کرنا ہے۔

جس قوم کے لوگ اپنے نبیؐ کی سنّت پر عمل نہ کریں تو دوسرے پھر ایسے لوگوں کو مذاق بناتے ہیں۔ کیا یہ جذباتی پن نہیں کہ ہم خود قرآن اور سنّت پر عمل نہ کریں اور پھر دوسروں پر فتوے دیں۔ یا جلسے اور توڑ پھوڑ کریں کہ فلاں نے ہمارے قرآن اور نبیؐ کا مذاق اُڑایا ہے۔

خود ہم خاندان میں بیٹھ کر سنّت پر عمل کرنے والون کو مذاق بنائیں اور پھر عاشقِ رسولؐ ہونے کا دعوے کریں۔ ہمیں اپنا عشق عمل سے ثابت کرنا ہو گا۔

ہاں اگر کسی سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو پھر؛

" اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔"

رو دھو کر توبہ کر لیں۔ اس وقت تو اللہ کے نبیؐ موجود تھے اُن کے پاس آ کر لوگ اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے اور توبہ کر لیتے۔ نبیؐ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ اللہ نبیؐ کی دعا قبول کر کے ان کو معاف کر دیتا ہے۔ بہت پیارے انداز سے عفو و در گزر کا حکم دیا گیا اور اعلیٰ اخلاق سکھا دیا ہے۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب نبیؐ نہیں ہیں تو اب اُن کی قبر پر جا کر دعا کرتے ہیں۔ (یہ غلط طریقہ ہے) پھر لوگ غلطی کرتے ہیں۔ ہمیں نبیؐ کی سنّت پر عمل کرنا ہے۔ نماز اور صبر سے مدد لیں۔

اَب بھی یہی اُصول ہے کہ اللہ کے پاس رو دھو کر معافی مانگ لیں توبہ کر لیں۔ ان شاء اللہ، اللہ معاف فرمادے گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہونگے جبتک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروائیں پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پُورا پُورا تسلیم کر لیں۔ (٦٥)

یعنی نبیؐ کے فیصلے کو دل کی خوشی سے تسلیم کر لیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں ایک اور واقعہ ملتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا کسی شخص سے نالیوں سے باغ میں پانی لینے کے بارے میں جھگڑا ہو پڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبیر (رضی اللہ عنہ) تم پانی پلا لو اس کے بعد پانی کو انصاری کے باغ میں جانے دو اس پر انصاری نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے پھوپھی کے لڑکے ہیں یہ سن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے فرمایا زبیرؓ تم پانی پلا لو پھر پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی صورت نکالی تھی کہ جس میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو اور انصاری کی کشادگی ہو جائے لیکن جب انصاری نے اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھا تو آپ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوایا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے یہ» فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ «-4) النساء:65 اسی

بارے میں نازل ہوئی ہے: صحیح بخاری:2359

غرض جو بھی ظاہر باطن چھوٹے بڑے کل امور میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل اصول سمجھے وہی مومن ہے۔